Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:8 (1976)

تعارف وتبصرہ

شرح فیصلہ ہفت مسئلہ

مصنف: حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (منسوب)

شرح وحواشی: مفتی جمیل احمد تھانوی۔ مطبع: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز۔ لاہور۔

سن اشاعت: ۱۹۷۵ء۔ صفحات: ۱۱۸۔ قیمت: چھ روپے۔ کاغذ: سفید۔

کتابت وطباعت: آفسٹ۔ ناشر: جامعہ ضیاء العلوم بیگم پورہ لاہور۔

اگرچہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا لیکن رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" کا سب سے پہلا ایڈیشن غالباً وہی ہے جو مطبع نظامی کانپور سے ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں حاجی امداد اللہ صاحب کے نام سے ان کی زندگی ہی میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں محکمہ اوقاف لاہور نے بھی محفل ذوقی کراچی کے ایڈیشن کو سامنے رکھ کر اسے دوبارہ نئے انداز سے شائع کیا تھا۔ رسالہ اور اس کے مندرجات علمی حلقوں میں اکثر زیر بحث آتے رہتے ہیں۔

مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی کے نزدیک جو حاجی صاحب کے اخلاف میں سے ہیں اور پاکستان میں دیوبندی مکتب کے اکابرین میں سے ہیں۔ محکمہ اوقاف کا ایڈیشن کئی لحاظ سے غیر تسلی بخش تھا۔ بقول ان کے اس ایڈیشن میں اکثر عبارات بدل دی گئی تھیں اور بعض ضروری ضمیمے اور اضافے حذف کر دیئے گئے تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ مفتی صاحب کے نزدیک اس رسالے کے اصل مصنف حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ہیں اور محکمہ اوقاف کے ایڈیشن میں یہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان تمام غلطیوں اور غلط فہمیوں کو دور کرنے اور رسالے کی اصل عبارات پیش کرنے کے لئے انہوں نے رسالے کو دوبارہ شائع کیا۔ زیر تبصرہ ایڈیشن کی بنیاد رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کا بلند شہر کا ۱۸۹۶ء کا مطبوعہ نسخہ اور "کلیات امدادیہ" میں درج رسالے کا متن ہے۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

اصل رسالہ بے حد مختصر صرف بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سات ایسے بنیادی مسائل کے بارے میں علمائے دیوبند کا مسلک بیان کیا گیا ہے جن میں ان کا دیگر علمائے ہند سے اختلاف پایا جاتا تھا۔ علمائے دیوبند کے بدعت کے خلاف جہاد کی وجہ سے ان کے مخالفین نے اکثر ان کی طرف غلط باتیں منسوب کر دی تھیں اور بات یہاں تک جا پہنچی تھی کہ ان کے خلاف حرمین شریفین کے مفتیوں سے فتوے حاصل کئے گئے۔ اس سے نہ صرف پاک و ہند کے علماء میں اختلاف بڑھتا جا رہا تھا بلکہ ان کے معتقدین میں بھی جھگڑا فساد ہوتا تھا۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے جو اس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم تھے ان سات مسائل پر علمائے دیوبند کے صحیح مسلک کی وضاحت کی۔ ان میں مولود شریف، فاتحہ مروجہ، عرس اور سماع، غیر اللہ کو پکارنا، جماعت ثانیہ اور امکانِ نظیر و امکانِ کذب کے مسائل شامل تھے۔

ان سات مسئلوں میں دونوں فریق غلو سے کام لیتے تھے۔ حاجی صاحب نے اس افراط و تفریط کی وضاحت کر کے اصل مسائل کو واضح کیا۔ مثلاً ایک طرف بعض انتہا پسند ایسے تھے جو مولود شریف کو بدعت قرار دیتے تھے اور ذکرِ ولادتِ نبی کریمؐ کی محفلوں کو ناجائز کہتے تھے۔ دوسری جانب ایسے لوگ تھے جو مولود شریف کو عبادت کا درجہ دیتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اس میں چونکہ نبی کریمؐ بنفس نفیس شرکت کرتے ہیں اس لئے آپ کی تشریف آوری پر قیام واجب ہے۔ حاجی صاحب نے بیچ کا راستہ اختیار کرتے ہوئے تشریح فرمائی کہ ذکر ولادت نبی کریمؐ کے موجب خیر و برکت ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اختلاف دراصل بعض ایسی باتوں میں ہے جن کو شروط و قیود کے طور پر شامل کر کے انہیں دینی حیثیت دے دی گئی تھی۔

بدعت کے بارے میں علمائے دیوبند کا مسلک بہت واضح ہے اور اس میں انہیں مشہور علماء و فقہاء کی تائید حاصل ہے۔ ان کے مطابق بدعت ہر نئی چیز کو نہیں کہا جاتا بلکہ صرف ایسی باتوں کو کہا جاتا ہے جن کو دین کا حصہ قرار دے دیا جائے اور عبادت سمجھ کر کیا جائے۔ اس تعریف کی وضاحت فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ میں موجود ہے۔ حاجی صاحب بھی بدعت کے اس تصور کے قائل تھے فرماتے ہیں: "بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے"۔ چنانچہ اس تعریف کی روشنی میں مولود شریف کے سلسلے میں جن مسائل پر علماء میں اختلاف ہے، ان میں سب سے بڑا مسئلہ قیام کا ہے۔ بعض علماء نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔ لیکن حاجی صاحب نے اس کی وضاحت

کی کہ اگر کوئی شخص اسے عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ اس کے اسباب (اس صورت میں ذکرِ نبی کریمؐ کی عظمت) کو عبادت جانتا ہے۔ اگرچہ نبی کریمؐ کے ذکرِ ولادت کی تعظیم کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر کسی مصلحت کے پیشِ نظر ایک خاص وقت اس کے لئے مقرر کرتا ہے تو اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن وہ اگر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ قیام نہ ہُوا یا مقررہ تاریخ پر مولود نہ پڑھا گیا تو ثواب نہیں ملے گا تو یہ شرعی حدود سے تجاوز ہے اور غلط عقیدہ ہے۔ حواشی میں مفتی جمیل احمد تھانوی صاحبؒ نے تاویلات و تشریحات کے ذریعے حاجی صاحب سے دبے لفظوں میں اختلاف کیا ہے۔ اور اس مسلک کی تائید کی ہے جو بریلوی مکتبِ فکر کے مقابلے میں اہلِ دیو بند کی شدت کی وجہ سے حاجی صاحب کے بعد غالب آگیا۔

حاجی صاحب کے نزدیک ان تمام مسائل میں جھگڑا محض لفظی تھا اور اس کی کوئی واقعی حیثیت نہیں تھی۔ اور ان میں خواص کا وقت اور عوام کا دین ضائع ہو رہا تھا۔ اسی لئے حاجی صاحبؒ نے ان مسائل پر قلم اُٹھایا تاکہ اُمتِ مسلمہ جو ان فروعی مسائل میں اُلجھ کر گروہ بندیوں کا شکار ہو رہی تھی دوبارہ متحد ہو سکے۔ لیکن حاجی صاحب کا نیک مقصد گروہ بندیوں کے مفادات کی نذر ہو گیا۔ حاجی صاحب کی زندگی ہی میں اس رسالہ پر اختلافات پیدا ہو گئے۔ مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ تذکرۃ الرشیدؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر مولانا گنگوہیؒ کے زمانے میں بھی ہنگامہ تھا۔ خود اہلِ دیو بند میں گروہ بن چکے تھے۔ مولانا قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب اور چند اور اصحاب حاجی صاحب سے متفق تھے۔ حاجی عابد حسین، مولانا عبد السمیع اور دیگر اصحاب اس کے مخالف تھے۔ یہ تنازعہ یہاں تک شدید ہوا کہ خود یہ بات بھی محلِ نزاع بن گئی کہ آیا یہ رسالہ حاجی صاحب کی تصنیف ہے بھی یا نہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے افتراق سے بچانے کے لئے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ یہ حاجی صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ ان کے ارشادات کو حاجی صاحب کے حکم پر مولانا تھانوی صاحبؒ نے اپنے الفاظ میں لکھا تھا جس پر حاجی صاحب نے صاد فرما دیا تھا، اس لئے اگر اس میں کوئی بات مختلف فیہ ہے تو اسے حاجی صاحب سے منسوب نہ سمجھا جائے۔ اس سے علمائے دیو بند میں "ہفت مسئلہ" کے مصنف کے بارے میں اختلافات اور شدید ہو گئے۔ صاحبِ امداد المشتاق حاجی سید انوار الحسن صاحب اس مسئلے کے حل کے لئے مکہ مکرمہ میں حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تصدیق حاصل کی کہ یہ رسالہ انہی کی تصنیف

ہے۔ (امداد المشتاق۔ ص ۱۷۹ - ۱۸۰)۔ اس کے باوجود یہ مسئلہ آج تک مختلف فیہ چلا آرہا ہے چنانچہ مفتی جمیل صاحب نے، جو اسے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی تصنیف بتاتے ہیں، اس کو ثابت کرنے کے لئے اپنے ایڈیشن میں چند ضمیمہ جات کا اضافہ کیا ہے۔ ان کے بغور مطالعے سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حاجی صاحب کا اپنا لکھا ہوا نہیں بلکہ ان کے ارشادات کی روشنی میں مولانا تھانوی نے لکھ کر ان سے تصدیق کرالی تھی۔ یہ تحقیق اپنی جگہ اہم ہوگی۔ لیکن نفس مسئلہ پر اس سے اثر نہیں پڑتا۔ عبارات والفاظ حاجی صاحب کے نہ ہوں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مطالب و افکار کا بھی حاجی صاحب سے تعلق نہیں۔ اس بحث میں اہمیت ہے تو اسی بات کی۔

رسالہ کی اس تاریخی اہمیت کے پیشِ نظر ہم محققین کی اور خصوصاً یونیورسٹیوں میں اسلامیات کے طلبہ کی توجہ خصوصی طور پر اس ضرورت کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ اس رسالہ کو ایک تحقیقی مقالے کا موضوع بنا کر اس کے تاریخی پسِ منظر، اس کے محرکات، اس کے مختلف ایڈیشن، ان میں عبارات کے اختلاف اور رسالے کے بارے میں دیوبندی اور بریلوی مکاتبِ فکر کے ردِعمل کا مکمل جائزہ لیا جائے۔ ایسا مقالہ پاک و ہند میں دینیات سے متعلق گذشتہ دو صدیوں کے رجحانات کو سمجھنے میں بہت مدد دے گا۔

دراصل حاجی صاحب، شاہ ولی اللہ کے اس مسلک کے پیرو تھے جسے شاہ عبدالعزیز نے بھی آگے بڑھایا اور بعد میں مولانا قاسم نانوتوی اور دیگر اکابر دیوبند بھی اس کے قائل رہے کہ امتِ مسلمہ میں اختلافات کو کم کیا جائے اور ایسی صورتیں نکالی جائیں کہ اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا ہو۔ چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ اور فتاویٰ عزیزیہ میں اس روح کی کارفرمائی بہت واضح طور پر نظر آتی ہے۔ محکمہ اوقاف نے اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس رسالے کو شائع کیا تھا۔

اہلِ علم مفتی جمیل احمد صاحب کے ممنون ہوں گے کہ انہوں نے محکمہ اوقاف کے ایڈیشن میں پائی جانے والی کمی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور حواشی اور ضمیمہ جات کا اضافہ کرکے رسالے کو زیادہ مفید بنا دیا ہے۔

رسالہ کی کتابت و طباعت بہت معیاری ہے اور محکمہ اوقاف کے ایڈیشن سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔ یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوتی ہے کہ دینی مدارس اب اس قابل ہوتے جا رہے ہیں کہ وہ حکومت کے زیرِ سرپرستی چلنے والے اداروں کی نسبت کہیں زیادہ مہنگی اور اچھی طباعت کا انتظام کر سکتے ہیں۔

(محمد خالد مسعود)